استحسان بحیثیت ماخذِ فقہِ اسلامی

شفقت حسین خادم - ایم اے شعبہ علوم اسلامی - یونیورسٹی آف کراچی

(۲)

استحسان اور ائمہِ اُمت

استحسان اور فقہائے احناف استحسان فقہائے احناف میں بہت مقبول ہے، علمائے احناف کے نزدیک استحسان کی اصل حقیقت وہ نہیں ہے جو منکرینِ استحسان خیال کرتے ہیں، بلکہ احناف کے نزدیک استحسان نصِ شرعی، اجماع یا قیاس اور شریعت کے عام اُصول سے خارج نہیں ہے، بلکہ اسلام کے عام اُصول و قواعد کے ماتحت ہے مثلاً عام اسلامی اصول یہ ہیں:-

۱ - نہ خود نقصان اُٹھاؤ اور نہ کسی دوسرے کو نقصان پہنچاؤ۔

۲ - ضرورت اور مجبوری ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہے۔

۳ - مشقت آسانی مہیا کرتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مشہور حنفی عالم و مجتہد ابوبکر الجصاصؒ فرماتے ہیں "جن معاملات میں ہمارے علماء استحسان کے قائل ہوئے ہیں وہ سب دلائل اور اُصول پر مبنی ہیں۔ ان میں سے کسی چیز میں اُن کی خواہش اور ذاتی رجحان نہیں پایا جاتا" اس قول کی مزید وضاحت کے لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک استحسان کا اطلاق اُس دلیل پر ہوتا ہے جو قیاسِ جلی کے مخالف ہو، خواہ وہ نصِ شرعی یا اجماع ہو، بالعموم حنفی علماء استحسان کا اطلاق قیاسِ خفی پر کرتے ہیں اور اسے استحسان کے نام سے اس لیے موسوم کرتے ہیں کہ انہوں نے قیاسِ خفی کے مقابلے میں قیاسِ جلی کو چھوڑنا مناسب سمجھا۔

فقہائے مالکیہ اور استحسان

مالکی فقہاء کے نزدیک استحسان کا مفہوم یہ ہے کہ کسی قاعدہ کلیہ کے مقابلے میں کسی جزوی مصلحت کو اختیار کیا جائے گویا شارع کا مقصد معلوم کر کے اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ یہ اُن مسائل میں جاری ہوتا ہے جن میں قیاس کے مطابق عمل کرنے سے کوئی مفاد حاصل نہ ہوتا ہو، بلکہ خرابی اور نقصان کا اندیشہ ہو بلکہ اگر قیاس کو اس موقع پر جاری کیا جائے تو اس سے حرج اور تکلیف ہو لہٰذا حرج اور تکلیف کی وجہ سے بعض مسائل کو قیاس سے مستثنیٰ کر لیا جاتا ہے۔ اسی مفہوم کے قریب قریب ابن العربی مالکی نے استحسان کی تشریح کی ہے احکام القرآن میں رقمطراز ہیں۔ "ہمارے اور حنفی علماء کے نزدیک استحسان کا مفہوم یہ ہے کہ دو دلیلوں میں سے سب سے طاقتور دلیل کے مطابق عمل کیا جائے۔ لہٰذا مالکی علماء مسائل کو عام اُصول یا قیاس کی عام منشا تک محدود نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ اُسے انسانی مصلحت کے ساتھ بھی مخصوص کرتے ہیں وہ انسانی مصلحت کو پیشِ نظر رکھ کر اور خرابیوں کو دُور کرنے کے لیے کچھ چیزوں کو ایسے قواعدِ کلیہ سے مستثنیٰ کر لیتے ہیں، اُن کے اس فعل کی تائید بعض ایسی شرعی نصوص بھی کرتی ہیں جو نصِ شرعی کے عام قاعدوں سے بعض دفعہ کچھ چیزوں کو مستثنیٰ کر دیتی ہیں یا ان قاعدوں کے دائرہ عمل کو مخصوص کر دیتی ہیں۔

استحسان اور امام شافعیؒ

امام شافعیؒ کے متعلق تو یہ بات طے شدہ ہے کہ انہوں نے استحسان کی مخالفت کی ہے اور استحسان پر ان کی اس طرح کی شدید تنقیدیں موجود ہیں کہ "من استحسن فقد شرع" (مستصفیٰ جلد ۱ ص ۲۷۴)۔ شیخ اکبر نے امام شافعیؒ کے اِس قول کو ذم کے بجائے مدح پر محمول کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی مراد یہ ہے کہ استحسان کرنے والا گویا بمنزلہ صاحب شریعت نبی کے ہوتا ہے (ملاحظہ ہو فتح الرحموت جلد ۲ ص ۳۲۱) لیکن شیخ اکبر کی اس تاویل کا سبب ان کا صوفیانہ مزاج اور صلح کل مشرب ہے۔ ورنہ اگر اس قول کے ساتھ امام شافعی کے دیگر اقوال مثلاً "الاستحسان تلذذ" (الرسالۃ ص ۵۰۷) اور "القول بالاستحسان باطل" (ارشاد ص ۲۴۰) کو ملایا جائے تو وہ قولِ ذم ہی بنے گا، مدح نہیں۔ اسی طرح الام میں، استحسان اور اُس کے ابطال پر امام شافعیؒ نے مستقل باب باندھا ہے (جلد ۷، ص ۲۶۷ تا ۲۷۶) اور "الرسالۃ" میں اس کی جابجا مذمت کی ہے۔

تاہم علامہ آمدیؒ نے چار مسائل ایسے ذکر کیے ہیں جن میں امام شافعی نے استحسان سے کام لیا ہے علامہ آمدی رقمطراز ہیں:-

وقد نقل عن الشافعی انه قال استحسن فی المتعة ان یکون ثلثین درهما، واستحسن ثبوت الشفعة للشفیع الی ثلثة ایام، واستحسن ترك شئ للمکاتب من نجوم الکتابة، وقال فی السارق اذا اخرج یده الیسری، فقطعت القیاس ان تقطع یمناه، والاستحسان ان لا تقطع" (آمدی جلد ۳ ص ۱۳۶)

اسی ضمن میں امام ابن السبکیؒ نے مزید دو مسائل ذکر کیے ہیں۔ ایک "تحلیف علی المصحف" اور دوسرے "خط فی الکتابة" جن میں امام شافعیؒ نے استحسان سے کام لیا ہے اور ان دونوں کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ مختلف فیہ استحسان نہیں (جمع جلد ۲ صفحہ ۳۵۴)

استحسان کی بنیاد چار چیزوں پر ہے[۱]

فقہاء نے استحسان کی عمومیت کو قیاسِ خفی میں سمیٹ کر بیان کیا ہے۔ چنانچہ قیاسِ خفی ہی کا دوسرا نام وہ استحسان قرار دیتے ہیں۔ لیکن بسا اوقات قیاسِ جلی کے مقابل قیاسِ خفی نہیں ہوتا ہے بلکہ کتاب وسنت کی نص ہوتی ہے، اجماع ہوتا ہے، یا ضرورت ہوتی ہے۔ ان صورتوں میں بھی استحسان کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور اس وقت اس کی یہ تعریف کی جاتی ہے ہر ایسی دلیل کا نام استحسان ہے جو قیاسِ ظاہر کے مقابل ہو خواہ نص ہو اجماع ہو یا ضرورت ہو، اس طرح قیاس ظاہر سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کو چھوڑنے پر آمادہ کرنے والی اور اس کے خلاف حکم کو ترجیح دینے والی چار چیزیں ہیں:-

۱- نص ۲- اجماع ۳- ضرورة ۴- قیاسِ خفی

۱- قیاس ظاہر کے مقابلے میں نص کی مثال:- بیع سَلَم (جس مال پر معاملہ کیا گیا ہو وہ موجود نہ ہو بلکہ بعد میں حوالے کیا جائے) کا معاملہ ہے۔ قیاسِ ظاہر کے مطابق یہ بیع درست نہ ہونی چاہیے کیونکہ جو چیز بیچی جاتی ہے وہ موجود نہیں ہوتی ہے حالانکہ شے کی موجودگی بیع کی صحت کے لیے ضروری

[۱] یہ بحث حضرت مولانا محمد تقی امینی کی کتاب "فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر" سے ماخوذ ہے۔

ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر قیاس چھوڑ کر استحسان پر عمل کیا جاتا ہے، من اسلم منکم فلیسلم فی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم" یعنی جو شخص تم میں سے بیع سلم کرنا چاہے اُس کو چاہیے کہ پیمانہ وزن اور مدت متعین کر کے کرلے"

۲ — قیاسِ ظاہر کے مقابلے میں اجماع کی مثال:- مثلاً قیمت طے کر کے جوتا بنانے کا آرڈر دیا اور اس کی ناپ بھی دے دی۔ قیاس ظاہر کے مطابق یہ معاملہ درست نہ ہونا چاہیے کیونکہ جوتا بعد میں تیار ہوگا۔ معاملہ کے وقت وہ موجود نہیں ہے۔ لیکن لوگوں کے عملدرآمد کی بنا پر گویا اجماع ہوگیا ہے کہ یہ معاملہ جائز ہے، اس لیے قیاس چھوڑ کر استحسان پر عمل ہوگا۔

۳ — قیاسِ ظاہر کے مقابلے میں "ضرورۃ" کی مثال:- مثلاً جب برتن ناپاک ہو جائے تو اس کے پاک کہنے کی کوئی صورت نہ ہونی چاہیے کیونکہ وہ نچوڑے نہیں جا سکتے اور قیاسی قاعدے کے مطابق نجاست نکالنے کے لیے نچوڑنا ضروری ہے لیکن ضرورت اور حرج کے دفعیہ کی بنا پر قیاس چھوڑ دیا جائے گا اور استحسان پر عمل کر کے دھونے کے بعد اُن کی پاکی کا حکم لگایا جائے گا۔ اسی طرح اگر کنواں یا حوض جب ناپاک ہو جائیں تو اُن کی پاکی کی کوئی صورت نہ ہونی چاہیے، کیونکہ اُن میں نجاست کا اثر بہرحال باقی رہتا ہے لیکن ضرورت کی بنا پر قیاس چھوڑ کر استحسان پر عمل کر کے اُن کی پاکی کا حکم دیا گیا۔

۴ — قیاسِ ظاہر کے مقابلے میں قیاسِ خفی کی مثال:- مثلاً جن جانوروں کا گوشت حرام ہے اُن کا جوٹھا بھی حرام ہے کیونکہ جوٹھے کے لعاب کا اثر ہوتا ہے۔ اس اصول کی بنا پر پنجے سے شکار کرنے والے پرندوں کا جوٹھا حرام ہونا چاہیے کیونکہ اُن کا گوشت حرام ہے لیکن قیاس خفی یہ ہے کہ پرندے چونچ سے کھاتے پیتے ہیں۔ چونچ ہڈی ہوتی ہے۔ جو زندہ مردہ سب کی پاک ہے۔ کھاتے پیتے وقت یہ پاک (چونچ) دوسری پاک چیز سے مل جاتی ہے جس میں ناپاکی کی کوئی آمیزش نہیں ہے بخلاف درندوں کے جوٹھے کے، کہ وہ زبان سے کھاتے پیتے ہیں اور زبان پر جس لعاب ہوتا ہے جو حرام گوشت سے بنا ہے۔ بر عکس لعاب پاک چیز سے بنے گا نو لازمی طور پر اُس کو ناپاک بنا دے گا۔ اس بنا پر پرندے کو درندے پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا اور قیاس ظاہر چھوڑ کر استحسان (قیاسِ خفی) پر عمل کیا جائے گا۔

استحسان کی اقسام | استحسان میں قیاس سے، یعنی زیر بحث مسئلہ میں عام طور پر جو حکم ہے اس سے عدول کیا جاتا ہے معدول الیہ کوئی دلیل ہوتی ہے۔ یہ دلیل کتاب وسنّت، اجماع، قیاس خفی، ضرورت اور عادۃ میں سے کوئی چیز ہو سکتی ہے اور اسی معدول الیہ دلیل کے لحاظ سے استحسان کی چھ اقسام شمار کی جاتی ہیں:-

۱- استحسان الکتاب ۲- استحسان السنّۃ ۳- استحسان الاجماع ۴- استحسان القیاس

۵- استحسان الضرورۃ ۶- استحسان العادۃ۔

۱- استحسان الکتاب:- یعنی کتاب اللہ کے مقابلے میں قیاس کو ترک کیا جائے مثلاً اگر کسی شخص نے کہا "مالی صدقۃ" تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ لفظ مال سے پورا مال مراد ہو اور اس پر تمام مال کا صدقہ کرنا لازم ہو، لیکن استحساناً اسے مالِ زکوٰۃ پر محمول کیا گیا ہے اس لیے کہ قرآن کی آیت "خذ من اموالھم صدقۃ" میں لفظ اموال سے مراد زکوٰۃ کے سوا اور کچھ مراد نہیں (آمدی جلد ۳ ص ۱۳۷)

۲- استحسان السنّۃ:- یعنی سنّت کے مقابلے میں قیاس کو ترک کیا جائے مثلاً اگر کوئی شخص رمضان میں بھول کر کچھ کھا پی لے تو منافیِ صوم امر پائے جانے کی وجہ سے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر قضا لازم ہو لیکن استحساناً اس پر قضا لازم نہیں، اس لیے کہ ایک صحابی نے روزے میں بھول کر کچھ کھا پی لیا تھا اور رسول اللہ نے فرمایا تھا: "اللہ اطعمک و سقاک" (آمدی جلد ۳ ص ۱۳۷)۔

۳- استحسان الاجماع:- یعنی اجماع کے مقابلے میں قیاس کو ترک کیا جائے گا۔ مثلاً قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ استصناع بیع معدوم ہونے کی وجہ سے صحیح نہ ہو لیکن استحساناً اسے درست کہا گیا اس لیے کہ اس کی صحت پر ہمیشہ سے مسلمانوں کا اجماع رہا ہے۔

استحسان السنّۃ اور استحسان الاجماع کا تنقیدی جائزہ:- استحسان السنۃ اور استحسان الاجماع پر اگر غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ استحسان کی یہ دونوں اقسام درست نہیں بلکہ بے محل ہیں اس لیے کہ جس چیز کا نام استحسان السنّۃ یا استحسان الاجماع رکھا جاتا ہے اس کا ثبوت جب سنّت یا اجماع میں موجود ہے تو پھر اس کا مرجع سنّت یا اجماع ٹھہرا۔ اور وہ دونوں قیاس اور

استحسان پر مقدم ہیں کیونکہ استحسان تو وہیں ہوتا ہے اور ہونا چاہیے جو قیاس کا میدان ہے یعنی ایک فقیہ مجتہد کے قیاسی استنباط کی رُو سے جو حکم ہونا چاہیے اُس کو ترک کر کے کسی دوسرے حکم کو اختیار کرنے کا نام استحسان ہے اور جیسا کہ اصحاب علم جانتے ہیں کہ قیاس سے وہیں کام لیا جاتا ہے جہاں نصوص شرعیہ موجود نہ ہوں یعنی کتاب وسنّت میں کوئی حکم نہ ملے یا اس مسئلے کے کسی حکم پر اجماع، جو مرتبہ میں قیاس سے مقدم ہے، منعقد نہ ہوا ہو لہٰذا جب قیاس پر تین ماخذ (کتاب، سنّت، اجماع) مقدم ہیں اور فقہی احکام کی بنیادوں میں سے تین بنیادیں قیاس پر اوّلیت رکھتی ہیں تو پھر ایسے مواقع پر جہاں کتاب یا سنّت یا اجماع نے کسی حکم کی صراحت کر دی ہے تو وہاں قیاس کا سوال ہی کیا پیدا ہوتا ہے اور جب وہاں قیاس کا کام نہیں تو پھر استحسان کا قضیہ اس جگہ کہاں سے آجائے گا۔

لہٰذا ان دونوں اقسام پر استحسان کا اطلاق استحسان کے زمرے سے خارج ہے اور لفظ استحسان میں ایسی وسعت پیدا کرنا ہے کہ حقائق میں اشتباہ پیدا ہو جاتے۔ پھر اگر ان مقامات پر استحسان ہے بھی تو یہ درحقیقت 'استحسانِ شارع' ہوگا۔ جو موضوع بحث نہیں، کیونکہ موضوع بحث تو فقیہ کا استحسان ہے، جس کا کام شارع کی نصوص سے استنباط ہے، اور جو پیدا شدہ مسئلے کا حل از روئے قیاس یا از روئے استحسان نکالتا ہے۔

استحسانِ شارع اور استحسانِ فقیہ کے درمیان فرق سمجھنے کے لیے موجودہ دور میں قانونی دفعات اور عدالتی فیصلوں کے فرق پر غور کرنا چاہیے کہ قانونی دفعات تو وہ ہوتی ہیں کہ جن میں جج کی آرا کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ جن کو واضعینِ قانون متعین اور منصوص طور پر ثبت کر دیتے ہیں اور عدالتی فیصلے مختلف مقدمات میں جج کی وہ آرا ہوتی ہیں جو نوعیتِ مقدمہ اور شہادتوں اور دلائل وغیرہ کی رو سے جج کے فیصلے کی بنیاد قرار پاتی ہے۔

۴- استحسان القیاس:- ظاہری اور متبادر قیاس کی رُو سے کسی مسئلے کا جو حکم ہونا چاہیے اُس کے خلاف اس قیاس ظاہر سے زیادہ دقیق و باریک اور اس سے زیادہ قوی اور مستند تر قیاس کی بنا پر کسی دوسرے حکم کو ظاہر کرنے کا نام استحسان القیاس ہے، یعنی کسی مسئلے میں قیاسِ جلی کا تقاضا کچھ ہو اور قیاس خفی کا کچھ اور، اور اس موقع پر قیاسِ خفی کے مقابلے میں

قیاس جلی کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً سباع طیور کے سور کا مسئلہ، کہ سباع بہایم کے سور کی طرح اس کو بھی ناپاک ہونا چاہیے۔ قیاس جلی کا یہی تقاضا ہے لیکن یہاں ایک قیاسِ خفی بھی ہے کہ سباع بہائم کے سور کے ناپاک ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ پانی میں اُن کے لعاب کی آمیزش ہو جاتی ہے اور سباع طیور چونکہ چونچ سے پانی پیتے ہیں اور اس طرح پانی میں ان کے لعاب کی آمیزش نہیں ہوتی، اس لیے ان کے سور کو استحساناً ناپاک نہیں کہا گیا۔ البتہ احتیاطاً مکروہ کہا گیا۔ غرض استحسان کی اس قسم کا مرجع قیاس ہی ہے کیونکہ یہ قسم درحقیقت دو قیاسوں میں سے ایک کو ترجیح دینے کی شکل ہے جب کہ ایک مسئلے میں وجوہِ قیاس متعدد ہوں اور اُن میں باہمی تعارض ہو۔ امام سرخسی اسی استحسان کے بارے میں کہا ہے:-

"والاستحسان فی الحقیقة قیاسان" احدھا جلی ضعیف الاثر، فیسمی قیاساً، والآخر خفی قوی الاثر فیسمی استحساناً"[۱۲۵] (المبسوط جلد ۱۰ص)

استحسانِ قیاسی میں فقہا کے نزدیک اصل اعتبار دلیل (علت) کے اثر کی قوت اور صحت کا ہے، ظہور اور خفا کا نہیں ہے۔ اس وجہ سے استحسانی (ترجیحی) صورت وہیں بن سکے گی جہاں خفی دلیل اپنے اثر کے لحاظ سے ظاہری دلیل (قیاسِ جلی) کے مقابلے میں زیادہ صحیح اور قوی ہوگی اور اگر ایسا نہ ہوا بلکہ ظاہری دلیل ہی خفی کے مقابلے میں اثر کے لحاظ سے زیادہ صحیح اور قوی ثابت ہوگی تو پھر قیاس ہی کو ترجیح حاصل ہوگی۔ ایسے موقع پر لفظ استحسان کا استعمال محض خفا کی وجہ سے ہوتا ہے۔

جب قیاس اور استحسان کا باہمی تقابل دلیل کی قوت کے اعتبار سے ہو تو اس کی چار قسمیں بنتی ہیں:-

۱- قیاس اور استحسان دونوں قوی ہوں۔ ۲- دونوں ضعیف ہوں۔

۳- قیاس قوی اور استحسان ضعیف ہو۔ ۴- استحسان قوی ہو اور قیاس ضعیف ہو۔

اِن صورتوں میں ترجیح اُسی کو حاصل ہوگی جس میں قوت پائی جائے گی۔ چنانچہ صرف چوتھی صورت میں قاعدے کے مطابق استحسان کو ترجیح ہوگی۔ فقہ کی کتب میں یہ بات عموماً آتی ہے۔ "ہم نے قیاس چھوڑ دیا اور استحسان اختیار کیا۔ اس سے یہی چوتھی صورت مراد ہوتی ہے کہ استحسان کا

اثر قوی اور قیاس کا خفی ہونے کی وجہ سے قیاس چھوڑ کر استحسان پر عمل کیا جاتا ہے۔ باقی مذکورہ تین صورتوں میں پہلی اور تیسری صورت میں وجہ ترجیح نکال کر قیاس کو ترجیح ہو گی اور دوسری میں ممکن ہے ضعیف کی وجہ سے دونوں کا اعتبار نہ کیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرائن کی وجہ سے کسی ایک کے لیے ترجیحی صورت پیدا کر لی جائے۔

جب قیاس اور استحسان کا مقابلہ دلیل کی صحت کے اعتبار سے ہو تو اس کی بھی چار قسمیں ہیں:
۱- استحسان اور قیاس دونوں سے ظاہر و باطن صحیح ہوں۔ ۲- دونوں کے ظاہر و باطن فاسد ہوں۔ ۳- قیاس کا ظاہر فاسد ہو اور استحسان کا باطن صحیح ہو۔ ۴- استحسان کا باطن فاسد ہو اور قیاس کا ظاہر صحیح ہو۔

قیاس کی چار قسموں کو استحسان کی چار قسموں سے ضرب دینے سے سولہ قسمیں بنتی ہیں لیکن جس قیاس کا ظاہر و باطن دونوں صحیح ہوں، اُس کو استحسان کی تمام صورتوں (صحت کے لحاظ سے) پر ترجیح حاصل ہو گی اور جس قیاس کا ظاہر و باطن فاسد ہو وہ قبول نہ ہو گا، اسی طرح جس استحسان کا ظاہر و باطن صحیح ہو اُس کو اُس قیاس پر ترجیح ہو گی جس کا ظاہر صحیح اور باطن فاسد ہو یا ظاہر فاسد اور باطن صحیح ہو اور جس استحسان کا ظاہر و باطن دونوں فاسد ہوں وہ مردود ہو گا۔ اس کے بعد تعارض کی صرف چار صورتیں باقی رہتی ہیں۔

۱- استحسان کا ظاہر صحیح اور باطن فاسد اور قیاس کا ظاہر فاسد اور باطن صحیح۔
۲- استحسان کا ظاہر فاسد اور باطن صحیح اور قیاس کا باطن فاسد اور ظاہر صحیح۔
۳- استحسان کا ظاہر صحیح اور باطن فاسد اور قیاس کا ظاہر صحیح اور باطن فاسد۔
۴- استحسان کا باطن صحیح اور ظاہر فاسد اور قیاس کا باطن صحیح اور ظاہر فاسد، صرف دوسری صورت میں استحسان کو ترجیح حاصل ہو گی اور بقیہ تین صورتوں میں قیاس ہی کو ترجیح دی جائے گی۔

۵- استحسان الضرورۃ:- استحسان الضرورۃ سے مراد ہے کسی ضرورت کے داعی ہونے یا کسی مصلحت کے اقتضا کے پیش نظر کسی اہم حاجت کی تکمیل یا کسی نقصان و حرج کے دفعیہ کی خاطر کسی مسئلہ کا حکم اس کے حکم کے خلاف ظاہر کیا جائے تو قیاس کی رو سے اس مسئلہ کا ہوتا۔ مثلاً حوض اور

کنویں کے پانی کی نجاست کی صورت میں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اُس کا تمام پانی نکالا جائے یا
اُس پر پانی بہایا جائے لیکن اس طرح پانی نکالنا کہ نجس پانی کا ایک قطرہ بھی اُس میں نہ رہے یا اُس
پہ پانی بہانا ممکن نہیں اس لیے استحساناً قیاس کے مقتضی کو ترک کر دیا گیا (کشف بزدوی جلد ۴ ص ۳)
یا مثلاً الٰہی شریعت کا قانون ہے کہ اگر امین سے مالِ امانت تلف ہو جائے اور اس کا اس کوتاہی
میں دخل نہ ہو تو امین کو تاوان نہ دینا پڑے گا۔ یہی حکم ہر اس صورت میں ہوگا جہاں امانت
کی شکل پائی جائے مثلاً شرکت میں کاروبار کرنے والوں میں کسی کے ہاتھ سے مال ضائع ہو جائے
یا اپنے خاص ملازم سے مال تلف ہو جائے یا کوئی چیز مستعار لی گئی ہو۔ اور مستعیر سے ضائع
ہو جائے تو اُن تمام صورتوں میں تاوان نہ دینا پڑے گا بشرطیکہ حفاظت میں کوئی کوتاہی اُن کی
جانب سے نہ ہوئی ہو اور ضائع ہونے میں اُن کے کسی فعل کو دخل نہ ہو لیکن اس حکم سے وہ پیشہ ور
مستثنیٰ ہوں گے جو کسی ایک شخص کے لیے مخصوص نہیں ہوتے ہیں بلکہ بہت سے لوگوں کا کام کرتے
ہیں مثلاً درزی، دھوبی، رنگریز وغیرہ، ایسے لوگوں کے ہاتھ سے مال تلف ہو جانے کی صورت
میں انہیں تاوان دینا پڑے گا اس میں ضرورت و مصلحت یہ ہے کہ اگر اُن سے تاوان نہ لیا جائے گا
تو حرص و طمع میں لوگوں کا مال جمع کرتے رہیں گے اور مدتوں واپسی کا نام نہ لیں گے جس سے مالک
کو زحمت ہوگی اور مال ناکارہ۔ البتہ اگر کسی ایسی وجہ سے مال تلف ہو جائے جو ان کے بس سے
باہر ہے مثلاً آگ لگ جائے تو ان سے تاوان نہ لیا جائے گا۔

۶۔ استحسان العادۃ:۔ استحسان العادۃ یعنی عرف و عادت کے مقابلے میں قیاس کو ترک
کیا جائے مثلاً حمام میں مستعمل پانی، اور اس میں ٹھہرنے کی مدت کا از روئے قیاس تعین ہونا چاہیے
لیکن اس میں چونکہ دشواری ہے اور عادت بھی تعیین کی نہیں اس لیے استحساناً عادت کے مقابلے
میں قیاس کو ترک کر دیا گیا (آمدی جلد ۳ ص ۱۳۷) بعض حضرات عرف و عادت دونوں کو ایک
شمار کرتے ہیں اور بعض حضرات عرف کو اقوال اور عادات کو افعال سے متعلق مانتے ہیں۔

(تلویح جلد ا ص ۱۷۵)

استحسان کی ایک قسم استحسان المصلحۃ بھی ہے | استحسان کی ایک قسم "استحسان المصلحۃ" بھی ہے
یعنی کسی مصلحت کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جائے۔ یہ صورت مالکی مسلک سے زیادہ خصوصیت رکھتی

ہے۔ چنانچہ علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں۔ "استحسان وھو فی مذھب مالک الاخذ بمصلحۃ جزئیۃ فی مقابلۃ دلیل کلی، ومقتضاہ الرجوع الی تقدیم الاستدلال بالمرسل علی القیاس" (الموافقات جلد ۴ ص ۱۱۶) امام مالک مصلحت (مرسلہ) کو مطلقاً قبول کرتے ہیں بلا لحاظ اس کے کہ وہ کسی اصل صحیح پر مبنی ہے یا نہیں اور اگر وہ مصلحت ایسی ہے کہ اگرچہ کسی اصل صحیح پر مبنی نہیں لیکن اصول ثابتہ (یعنی مسلم مقاصدِ شرع) کے معانی کے قریب ہے تو ایسی مصلحت نہ صرف احناف بلکہ امام شافعیؒ تک کے نزدیک قابلِ تمسک ہے۔

استحسان کی اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت بہر حال کچھ بھی ہو "استحسان" قواعد کی جکڑ بند سے آزاد ہونے کی بنا پر بحیثیت ماخذِ فقہ ہونے کے قیاس سے زیادہ آزاد اور وسیع ہے۔ اگر قیاس مسلمانوں کا کامن لاء فرض کر لیا جائے تو اس مناسبت سے استحسان کو (لصفت) کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔ اس سے فقہ حنفی کی ترقی اور توسیع میں بہت مدد ملی اور اس امر کے سب سے پہلے محسوس کر لینے کا سہرا کہ قیاس کا سختی کے ساتھ ساتھ اتباع قانون کے اس لوچ اور لچک کو زائل کر دے گا جو انصاف کا حقیقی مؤید و معاون ہے" اس کے بانی کے سر ہے۔

استحسان اگرچہ اہلِ سنت کے بہت سے فرقوں میں بہت کچھ موردِ لعن طعن رہا اور اسی قسم کے اعتراضات کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے متبعین اس فن کو زیادہ ترقی نہ دے سکے اور یہی وجہ ہے کہ فقہائے احناف اس کو کھینچ تان کر قیاس کے تحت لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی اس قسم کی کوشش سے اسلامی فقہ کے طالب علموں کو کوئی کار آمد مدد یا ہدایت ملی ہو۔

استحسان کی ضرورت و اہمیت تغیرِ مکان و زمان نیز بڑھتی ہوئی ضروریاتِ زندگی کے پیش نظر نئے نئے مسائل کا سامنا ایک امر ناگزیر ہے۔ اگر پیش آمدہ مسائل کا حل قرآن، سنت، اجماع، قیاس (چاروں بنیادی دلائل اربعہ) میں مل جائے تو بہتر ورنہ ظاہر ہے کہ ان کے حل کے لیے بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس دقت کو رفع کرنے کے لیے

فقہائے احناف نے وسعتِ نظر سے کام لیتے ہوئے ایسی دلیلِ شرعی کی داغ بیل ڈالی جو زیادہ منفعت بخش اور منفعت ساز ہے - اگرچہ ان کے نزدیک یہ دلیل شرعی قیاس ہی کی ایک قسم تھی یعنی قیاس خفی، مگر اس میں اور قیاس صریح کے مقررہ قواعد وضوابط کے مطابق بعض معاملات کا حل چونکہ باعثِ مشقت و حرج ہوتا ہے اس لیے رواج یا مصلحت یا ضروریات اور رفع مشقت کی غرض سے قیاس صریح یا جلی کو ترک کرنا پڑا - چنانچہ شمس الائمہ امام سرخسیؒ نے اپنی مشہور تصنیف "المبسوط" میں اس قیاس خفی یا استحسان کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے ترك القياس والاخذ بما هو اوفق للناس - یعنی قیاس کو ایسی صورت میں ترک کرنا یا اختیار کرنا جو لوگوں کے لیے زیادہ منفعت بخش ہو-

---

(بقیہ پیغمبر اسلام بحیثیت معلم اخلاق)

نہ صرف ضمانت دی بلکہ اس کی زبان سے یہ کہلوا دیا کہ:-

"ان بندوں کو بتادو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کرے تو میری اتباع کرو جس کے بدلے میں وہ نہ صرف تم سے محبت کرے گا بلکہ تمہارے گناہ بھی معاف کردے گا"

یہ مقام صرف اور صرف پیغمبر اسلام کو حاصل ہے کہ وہ ایسے معلم اخلاق ہیں جن کا اتباع کرکے انسان اتنا بڑا رتبہ حاصل کرتا ہے۔

ہم ایک ایسی مملکت کے شہری ہیں جو اسلام کے نام پر وجود میں آئی ہے۔ لہٰذا ہمارے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ڈھالیں جیسا کہ اس مملکت کے مفکر حکیم الامت علامہ اقبال نے کہا ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں